20057-کیا ان کے گھر اور مارکیٹ اور جواہرات پر زکاۃ ہے ؟

سوال

میں اپنے ذمہ زکاۃ کی رقم بالتعیین معلوم کرنا چاہتا ہوں، ہمارا خاندان تین شادی شدہ بھائیوں پر مشتمل ہے، اور ہمارے بچے بھی ہیں، اور ہمارے ساتھ ایک ہی گھر میں والدین بھی رہائش پذیر ہیں :

1-ہمارے پاس بہت وسیع اور بڑا گھر ہے جس میں ہم رہ رہے ہیں.

2-انڈیا میں ہمارا ایک اور گھر ہے جس کی قیمت تقریبا تین ملین سعودی ریال ہے.

3-ہمارا ایک تجارتی پروجیکٹ اور منصوبہ ہے جس کا راس المال اڑھائی ملین سعودی ریال ہے.

4-ہماری چار ملین ریال کی ایک تجارتی دوکان ہے، اور اس کے علاوہ دوسری مختلف اشیاء ہیں جو ایک ملین سعودی ریال کی ہیں، اس کے علاوہ ہمارے پاس جواہرات جن کی قیمت ایک ملین سعودی ریال ہے.

ہمارے ذمہ کتنی زکاۃ واجب ہوتی ہے ؟

پسندیدہ جواب

اول :

مسلمان جس گھر میں رہائش پذیر ہو اس پر اس کی زکاۃ واجب نہیں ہوتی چاہے وہ ایک سے زیادہ ہو اور نہ ہی اس کے استعمال کے لیے گاڑی میں زکاۃ ہے، چاہے اس کی قیمت کتنی بھی زیادہ ہی کیوں نہ ہو جائے.

شیخ ابن باز رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں :

اگر رہائش کے لیے گھر تعمیر کیے گئے ہوں تو ان میں کوئی زکاۃ نہیں..... لیکن وہ زمین اور دوکانیں اور گھر وغیرہ جو فروخت کرنے کے لیے تیار کیے گئے ہوں تو اس میں ہر سال اس کی قیمت کے حساب سے زکاۃ ہوگی، چاہے وہ مہنگا ہو یا سستا، اگر اس کے مالک نے اسے فروخت کرنے کا عزم کر رکھا ہو.

دیکھیں : مجموع فتاوی الشیخ ابن باز (173/14).

دوم :

بعنیہ منصوبوں اور تجارتی دوکانوں میں زکاۃ نہیں، لہذا زمین، سامان، اور دوکان میں جو آلات ہیں ان کی قیمت جتنی بھی ہو اس پر زکاۃ نہیں، لیکن اگر یہ اشیاء فروخت کرنے کے لیے تیار کی گئی ہوں تو ان میں زکاۃ ہوگی، اسے علماء کرام (تجارتی سامان کی زکاۃ) کا نام دیتے ہیں.

شیخ ابن باز رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں :

قاعدہ یہ ہے کہ : جو کچھ بھی فروخت کے لیے تیار کیا گیا ہو اس کی زکاۃ ادا کی جائے گی، اور دوکان وغیرہ میں جو اشیاء اور آلات استعمال کیے جاتے ہیں ان کی زکاۃ ادا نہیں کی جائے گی.

دیکھیں : مجموع فتاوی و مقالات متنوعۃ للشیخ ابن باز (183/14).

زکاۃ کے حساب کا طریقہ یہ ہے :

سال مکمل ہونے کے بعد دوکان میں موجود مال کی قیمت لگا کر اس میں سے اڑھائی فیصد (2.5%) زکاۃ نکال دیں، مزید تفصیل کے لیے آپ سوال نمبر (26236) کے جواب کا مطالعہ کریں.

مستقل فتوی کمیٹی کے علماء کرام کا کہنا ہے :

وہ تجارتی سامان جو خرید و فروخت کے لیے رکھا گیا ہو چاہے کوئی بھی قسم کا ہو، جب وہ سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو اس میں زکاۃ واجب ہو جاتی ہے، جب اس سے تجارت کی نیت سے مالک بنا ہو، سال مکمل ہونے پر اس کی سونے یا چاندی میں سے جو فقراء و مساکین کے لیے زیادہ نصیب ہو اس کی قیمت لگائی جائے گی، اس کی دلیل یہ ہے :

فرمان باری تعالی ہے :

{اے ایمان والو! اس میں سے خرچ کرو جو تم نے پاکیزہ کمائی کی ہے} البقرۃ (267).

یعنی تجارت کے ساتھ، یہ مجاہد وغیرہ کا کہنا ہے، اور بیضاوی وغیرہ رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں، پاکیزہ کمائی میں سے خرچ کرو، یعنی فرضی زکاۃ.

اور فرمان باری تعالی ہے :

{اور تمہارے مالوں میں معلوم حق ہے} المعارج (24).

اور عمومی اموال میں تجارت داخل ہے، لہذا اس میں ایک مقرر حق ہے جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے، جو کہ اڑھائی فیصد ہے، اور تجارتی مال سب سے اہم مال ہے، اس لیے سب مالوں کی بنسبت اسے آیت میں بالاولی داخل ہونا چاہیے.

سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ :

"ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے زکاۃ نکالنے کا حکم دیا کرتے تھے جو ہم نے فروخت کے لیے تیار کیا ہوتا"

سنن ابو داود.

اور عمر نے حماس رحمہ اللہ تعالی کو کہا :

اپنے مال کی زکاۃ ادا کرو، تو اس نے جواب دیا :

میرے پاس تو ترکش اور چمڑہ ہے.

تو عمر نے کہا : اس کی قیمت لگاؤ اور زکاۃ ادا کرو.

امام احمد رحمہ اللہ تعالی نے اس قصہ سے دلیل پکڑی ہے.

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"اور خالد پر تو تم ظلم کرتے ہو، اس نے اپنی ذرہیں اللہ کی راہ میں روک رکھی ہیں، اور تیار کر رکھی ہیں"

صحیح بخاری و صحیح مسلم.

امام نووی رحمہ اللہ تعالی وغیرہ کہتے ہیں :

اس میں تجارت کی زکاۃ کے واجب ہونے کی دلیل ہے، وگرنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں معذور نہ سمجھتے.

اور بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ :

"مسلمان کے غلام اور اس کے گھوڑے میں زکاۃ نہیں ہے"

امام نووی وغیرہ کہتے ہیں :

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ زخیرہ کے مال میں کوئی زکاۃ نہیں ہے.

دیکھیں : فتاوی اللجنۃ الدائمہ للبحوث العلمیۃ والافتاء (9/186-187).

سوم :

اور آپ کی ملکیت میں جو جواہرات ہیں، اگر تو وہ سونے اور چاندی کے ہیں تو نصاب پورا ہونے کی شکل میں اس میں اڑھائی فیصد زکاۃ واجب ہوتی ہے، اور سونے کا نساب تقریبا پچاسی گرام ہے.

لیکن اگر وہ سونے اور چاندی کے نہیں مثلا یاقوت اور مرجان ہیں اور زیب و زینت کے لیے تیار کیے گئے ہیں (تجارت کے لیے نہیں) تو اس میں کوئی زکاۃ نہیں، لیکن اگر تجارت کے لیے ہیں تو اس میں زکاۃ واجب ہوتی ہے.

شیخ ابن باز رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں :

سونے میں زکاۃ ہے، لیکن قیمتی پتھر اور الماس اگر تجارت کے لیے نہیں تو اس میں زکاۃ نہیں ہے.

دیکھیں: مجموع فتاوی و مقالات متنوعۃ للشیخ ابن باز (121/14).

مستقل فتوی کمیٹی کے علماء کرام کا کہنا ہے:

یہ فتوی کئی ایک سوالات پر مشتمل ہے:

نقدی چاہے وہ سونا ہو یا چاندی کتاب و سنت کے دلائل سے اس میں زکاۃ کا وجوب ثابت ہے، اور بالذات تجارتی سامان مقصود نہیں، بلکہ اس سے نقدی مقصود ہے چاہے وہ سونا ہو یا چاندی، اور امور کا اعتبار اس کے مقاصد سے ہوتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے"

اس لیے وہ غلام جو خدمت کے لیے رکھا گیا ہو اس میں زکاۃ نہیں، اور نہ ہی اس گھوڑے میں جو سواری کے لیے ہے، اور نہ ہی اس گھر اور مکان میں جو رہائش کے لیے ہو، اور نہ ہی پہننے کے لیے لباس میں، اور نہ زبرجد، یاقوت اور مرجان وغیرہ جبکہ یہ زیبائش کے لیے رکھے جائیں.

لیکن اگر یہ مذکورہ اشیاء تجارت کے لیے رکھی جائیں تو پھر اس میں زکاۃ واجب ہوگی، کیونکہ اس کا مقصد سونے اور چاندی اور اس کے قائم مقام نقدی کا حصول ہے، تو اس بنا پر تجارتی سامان کی زکاۃ نہ دینے والا شخص غلطی پر ہے..

دیکھیں: فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء (313-312/9).

اور سائل کا یہ کہنا کہ:

(اس کے علاوہ بھی ہمارے پاس ایک ملین ریال کی مختلف اشیاء ہیں) اگر تو یہ اشیاء سونا یا چاندی یا تجارت کے لیے ہیں تو اس میں زکاۃ ہے، لیکن اگر اس سے مقصود استعمال والی گاڑی اور سامان وغیرہ ہے تو پھر اس میں زکاۃ نہیں.

جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ:

سال مکمل ہونے کے بعد سائل اپنے پاس موجود سامان کی قیمت لگائے اور اس کے ساتھ سونے اور چاندی اور نقدی وغیرہ کی بھی قیمت شامل کر کے سب میں سے اڑھائی فیصد زکاۃ نکال دے.

واللہ اعلم.